

پروفیسر خان محمد چاولہ

المحلی (فقہ ظاہری)

مسئلہ: بھجور، گندم اور جو میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں (واجب ہوتی) جب تک کہ شخص واحد ایک ہی جنس کی پانچ وسق تک پیداوار حاصل نہ کرے اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے بموجب منہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مد اگر بھاری ہو تو ۱/۲-۱ ارطل کا اور ہلکا ہو تو ۱/۳-۱ ارطل کا ہوتا ہے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ (پیداوار حاصل کرنے والے کا شکار کرنے اسے) اپنی مملوکہ اراضی میں کاشت کیا تو یا کسی غیر کی اراضی میں، یا اس طور کہ اس نے غیر کی اراضی کو غصب کیا ہو یا جائز معاملے (DEED) کے ذریعے حاصل کیا ہو۔ بشرطیکہ بیع غصب شدہ نہ ہو۔ اس سے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اراضی خرابی ہے۔ یا عشری یہ جمہور کا مسلک ہے اور (امام) مالک، (امام) شافعی (امام) احمد (بن حنبل) اور ابو سفیان کا بھی یہی مسلک ہے، جب کہ (امام ابو حنیفہ) کا قول ہے کہ پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ زکوٰۃ نکالی جائے گی (یعنی پانچ وسق کی مقدار نصاب کا اعتبار نہ ہوگا) اور خرابی زمین جو پیداوار حاصل ہوگی اس پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں اگر زمین مستاجر پر ملی گئی ہو تو زکوٰۃ مالک زمین پر واجب ہوگی نہ کہ کاشتکار اور اگر اراضی غصب شدہ ہو تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر تو عدالت نے زمین کو کھیتی سے پہنچنے والے نقصان کا معاوضہ مالک زمین کو دلوانے کا فیصلہ کیا ہو تو زکوٰۃ مالک پر واجب ہوگی اور اگر اسے معاوضے کے طور پر کچھ بھی دلوانے کا فیصلہ نہ کیا گیا ہو تو زکوٰۃ کاشتکار کے ذمے واجب الادا ہوگی۔ (امام ابو حنیفہ) کے قول کی رو سے مد دورطل کے برابر ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ میں پانچ مقامات پر انھوں نے (امام ابو حنیفہؒ نے) حق کی خلاف ورزی کی ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر تو کر چکے ہیں کہ لیس فیما دون خمسمة اوسق من حب او تمر صدقة یعنی اتاج! اور حنیفہؒ نے آپ کے مذکورہ بالا فرمان کو اس ارشاد سے منسلک کر دیا ہے کہ فیما سقت السماء العشر یعنی بارش ابر سے سبزی ہوئی کھیتی میں عشر (واجب) ہے۔ اس مسئلے میں (امام ابو حنیفہؒ) سے خطا سرزد ہوئی ہے کیوں کہ

انھوں نے اس خبر (فرمان رسولؐ) پر تو عمل کر لیا اور دوسری خبر کی خلاف ورزی کر دی اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ہم نے دونوں خبروں میں مندرج احکام کی پیروی کی ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے تو اس خبر کی بھی خلاف ورزی کی ہے، بایں طور کہ بارش ابر سے پہنچی جانے والی بھیتی والے حکم سے بہت کچھ اپنی رائے سے مستثنیٰ کر دیا ہے، جیسے نرکل، ایندھن کی لکڑی، گھاس، درخت کے پتے، خرابی اراضی کی حاصلات اور اس امر کا لحاظ نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مستثنیٰ کریں (یعنی پانچ وقت سے کمتر والے فرمان کے تحت تو حاصلات کو وجوب زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کیا البتہ اپنی ذاتی رائے سے بعض چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا۔

مزید برآں، انھوں (امام ابوحنیفہؒ) نے (اپنی) اس (رائے) سے (انسان کو) اس چیز کا مکلف بنا دیا ہے جس کی اس میں طاقت نہیں ہے، جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں (یعنی پانچ وقت سے کمتر پیداوار پر بھی زکوٰۃ واجب کر دی) اور اپنی ذاتی رائے سے گھروں کے صنوں (کے درختوں وغیرہ) سے ہونے والی حاصلات کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے اور یہ ایسی گنڈ ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

جہاں تک اوسفیان کا تعلق ہے، تو ان کا قول ہے کہ: جس چیز کو وقت کے پیمانے سے ناپا جاسکتا ہو اس میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ وہ پانچ وقت کی مقدار کو نہ پہنچ جائے اور جس چیز کو وقت کے پیمانے سے ناپنا ممکن نہ ہو اس میں زکوٰۃ ہے خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اس قول کی خرابی کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

جہاں تک خرابی زمین کے حاصلات از قسم گیہوں، کھجور اور جو پر سے زکوٰۃ کو ساقط کرنے کا مسئلہ ہے تو یہ تو فاش غلطی ہے اور بڑی بات ہے اور فرض زکوٰۃ کو ساقط کرنا ہے۔ اور اس ضمن میں انھوں (احناف) نے حقیقت کو چھپانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلے ہیں، ازاں جملہ یہ ہے کہ: ان میں سے کسی کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے خرابی زمین سے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔

ابو محمد (ابن حزم) نے کہا: حقیقت پر پردہ ڈالنے کی یہ نہایت بھونڈی شکل ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اہل کفر پر خراج عائد کیا تھا اور ان (اہل کفر) سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی، لہذا اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ حضرت عمرؓ نے خرابی زمین والے کسی ایسے شخص سے زکوٰۃ نہیں وصول

کی جو مشرف بہ اسلام ہو گیا ہو تو یہ بہت بڑا جھوٹ ہے اور یہ بات وہ کہیں نہیں پائے گا (اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا) اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے زکوٰۃ کو ساقط کر دیا تھا تو یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے نماز کو ساقط کر دیا تھا، ان دونوں دعوؤں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

اور یہ بات باطل منہج میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا وہ ہو جو انھوں نے گمان کیا ہے کیوں کہ اگر آپؐ کی منشا یہی ہوتی تو آپؐ کی اس بات میں مخاطب کون لوگ ٹھہریں گے کہ وہ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے جب کہ شام، مصر اور عراق کی اراضی کے مالکین مسلمان تھے۔ اس ممانعت کا ذکر اگر نہیں کیا تو آخر ذکر نہ کرنے میں کیا مانع تھا؟ یہ ان (احناف) کی طرف سے باطل تخصیص ہے اور اس کے لیے اس خبر (حدیث) میں نہ تو صراحت کوئی بنیاد ہے اور نہ ہی دلالت اور اگر ان سے یہ کہا جائے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان میں جس کو بارش ابر سیراب کرے اس میں عشر ہے، یہ خراج کے ساقط اور باطل ہونے کی دلیل بن جاتی ہے کیوں کہ اگر اس میں خراج ہوتا تو آپؐ اس کا ضرور ذکر فرما دیتے۔ اس خبر (حدیث) کی بنیاد پر ان (احناف) کی جانب سے اہل خراج سے جزیہ ساقط کرنا بھی بہت عجیب بات ہے، چنانچہ انھوں نے اپنے ایک ساتھی (امام، فقیہ) کی رائے پر عمل کرتے ہوئے فرائض اسلام میں سے دو فرض ساقط کر دیئے ہیں، اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے اور اسی مسئلے میں انھوں نے اپنے اس ساتھی کی مخالفت بھی کی ہے کیوں کہ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ اس نے خراج کے ساتھ جزیہ کو واجب قرار دیا تھا۔ چنانچہ کبھی تو اس (فقیہ) کا فعل بن جاتا ہے جس کے ذریعے قرآن (حکیم) کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، حالانکہ وہ اس پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا ہے کیوں کہ اس سے ایسا کوئی قول ہرگز منقول نہیں کہ جس میں خراج زمین کی حاصلات سے زکوٰۃ کو ساقط کیا گیا ہو اور جب کبھی حق اس کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی وہ حق بات کہتا ہے) تو وہ اسے سرے سے حجت ہی نہیں، مانتے (یعنی اپنے امام سے ایسی غلط بات منسوب کر کے اسے حجت مان لیتے ہیں جو خلاف قرآن ہوتی ہے اور جب وہ امام حق بات کہتا ہے تو اسے تسلیم نہیں کرتے۔)

مسئلہ: سو اگر ایک ہی جنس از قسم گیہوں، یا کھجور یا جو پانچ وسق یا اس سے زیادہ کی مقدار کو پہنچ جائے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، تو اگر تو کھیتی دریا یا چشمے سے نکالے ہوئے ندی

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۲﴾ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ ۶ اپریل ۲۰۱۱ء

نالے کے ذریعے سینی گئی ہے یا اس کی جڑوں نے از خود زمین سے سیرابی حاصل کی ہے تو اس میں عشر ہے اور اگر اسے رہٹ یا چر سے یا ڈول سے سینچا گیا ہو تو اس میں نصف عشر (۵ فیصد) واجب ہے، اور اور پیداوار (پانچ وقت سے) کم ہو یا زیادہ اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔

عبدالرحمن بن عبداللہ بن خالد نے ہم سے بیان کیا ہے اس سے ابراہیم بن احمد نے، اس سے الفریری نے، اس سے البخاری نے، اس سے سعید بن مریم نے، اس سے عبداللہ بن وہب نے یہ بیان کیا کہ مجھے یونس بن احمد نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے خبر دی ہے اور ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، اس نے اپنے باپ سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ”فیما سقت السماء والعیون او کان عشمرا یا العشر، وما سقی بالنضح نصف العشر“ یعنی جس (کھیتی) کو بارش ابر اور چشموں نے سیراب کیا ہو یا وہ بارش کے پانی یا سیلاب سے سینی گئی ہو تو اس میں عشر ہے اور جسے رہٹ، چر سے یا ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

مسئلہ: جہاں تک گیہوں کی اقسام کا تعلق ہے تو ان کو ایک دوسرے میں ضم کیا جائے گا (یعنی اعلیٰ درجے کی اور گھٹیا قسم کی گندم کو باہر ملا کر زکوٰۃ نکالی جائے گی) اسی طرح جو کی اقسام کو ایک دوسرے میں ضم کیا جائے گا اور اسی طرح کھجور کی اقسام کو عجوہ (عمدہ قسم کی کھجور) برنی (سب سے عمدہ کھجور) اور صحبانی (مدینہ منورہ) میں پیدا ہونے والی کھجور کی ایک قسم اور اس کی باقی سب اقسام کو باہم ملایا جائے گا۔ اس میں (فقہاء کے مابین) کوئی اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ کیوں کہ گیہوں کا نام اس کی جملہ اقسام کو شامل ہے اور کھجور کا نام اس کی تمام قسموں کا جامع ہے اور جو کے نام کے تحت اس کی سب اقسام آ جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ: اور جس شخص کے قطعات زمین منتشر ہوں، خواہ وہ ایک ہی گاؤں میں ہوں یا مختلف گاؤں میں اور ایک ہی شہر کی حدود میں ہوں یا مختلف شہروں میں۔ اور چاہے ایک قطعہ زمین چین کے آخری سرے پر واقع ہو اور دوسرا اندلس کے آخری سرے پر۔ تو ان سب قطعات سے حاصل ہونے والے گیہوں کو ایک دوسرے میں ضم کیا جائے گا اور ان سب سے حاصل ہونے والے جو کو ایک دوسرے میں ملایا جائے گا اور ان سب سے حاصل ہونے والی کھجوروں کو باہم ملایا جائے گا تب وہ اس کی زکوٰۃ نکالے گا کیوں کہ زکوٰۃ کا مخاطب وہ خود ہے، جو نص قرآن و سنت کی

رو سے اس کے ذمے اور اس کے مال پر عائد ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے ایک علاقے یا صوبے میں واقع اراضی اور دوسرے علاقوں یا صوبوں میں واقع اراضی میں کوئی تخصیص نہیں کی اور فاسد آراء کے ساتھ قرآن و سنت کی تخصیص قطعی باطل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زمین سے گری پڑی بالیاں اٹھائے اور اس کے پاس پانچ وسق یا اس سے زائد گندم یا جو جمع ہو جائیں تو اس کی زکوٰۃ اس کے ذمے واجب الادا ہے، اگر کھیتی بارش ابر یا دریا یا چشمے یا ندی نالے سے سیراب کی گئی ہو تو عشر نکالے گا اور اگر رھٹ وغیرہ کے ذریعے سینی گئی ہو تو نصف عشر۔ اور اگر کوئی شخص گری پڑی کھجور بقدر پانچ وسق اٹھالے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ البتہ (امام) ابوحنیفہؒ اس پر وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کو (اناج کے) اس مالک پر واجب ٹھہرایا ہے جس کی ملک میں بالیوں سے اناج ناپ کے امکان تک (یعنی جب اناج صاف ہو کر ناپنے کے قابل ہو جائے) نکلتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنی کاشت کردہ کھیتی سے حاصل ہونے والے اناج اور غیر کی کاشت کردہ کھیتی سے حاصل ہونے والے اناج کے درمیان کوئی امتیاز نہیں فرمایا، جس کاشتکار کے کھیت سے یہ اناج اٹھایا گیا اس پر اس اٹھائے گئے اناج کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیوں کہ یہ مقدار ناپ کے امکان سے قبل ہی اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، البتہ زمین سے اٹھائی گئی کھجور کا مسئلہ یہ نہیں ہے کیوں کہ کھجور میں زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں وہ سرخی مائل رنگ پکڑے (یعنی پختگی کے قریب جا پہنچے) گندم اور جو کا معاملہ اس سے جدا ہے۔ وباللہ تعالیٰ متايد۔

مسئلہ: اور رہا کھجور کا معاملہ تو یہ جب سرخی مائل رنگ پکڑتی ہے تو اس کی مقدار کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، وہ (مالک) آزاد ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ جو چاہے کرے (یعنی اسے اس امر کی آزادی ہوتی ہے کہ خود کھائے یا تختے میں کسی کو دے، پیشتر اس کے کہ وہ کھلیان میں آئے، اور زکوٰۃ اس کے ذمے بنے۔)

ہم سے عبد اللہ بن ربیع نے بیان کیا، اس سے محمد بن معاویہ نے، اس سے احمد بن شعیب نے، اس سے محمد بن بشار نے اس سے یحییٰ یعنی ابن سعید القطان اور محمد بن جعفر غندر نے،

اس سے یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ضییب ابن عبدالرحمن کو عبدالرحمن بن مسعود بن یثار سے روایت کرتے ہوئے سنا، اس نے کہا: ہمارے پاس اہل بن ابی شہمہ آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مقدار کا تخمینہ لگاؤ تو لے لو یا تیسرا حصہ چھوڑ دو، اگر تم نہ لو تو چوتھا حصہ چھوڑ دو۔“ شعبہ کو اس میں تردد ہے کہ آیا آپ نے تاخذوا اور تمدعوا کے لفظ استعمال کیے تھے یاخذوا اور دعویٰ کے اس سے معنی میں فرق نہیں پڑتا۔)

ہم سے حمام نے بیان کیا، اس سے ابن مفرج نے، اس سے ابن الاعری نے، اس سے الابری نے اس سے عبدالرزاق نے بیان کیا، اس نے ابن جریر سے روایت کیا اس نے زہری سے، اس نے عروہ بن الزبیر سے اس نے حضرت عائشہ سے، حضرت عائشہ نے خیبر کے معاملے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو یہودیوں کی طرف بھیجتے تھے، وہ اس وقت خرما کی مقدار کا اندازہ لگاتے جب اولیں پھل پک کر تیار ہو جاتا لیکن ہنوز اسے کھایا نہیں گیا ہوتا تھا، پھر یہودیوں کو اختیار دیا جاتا تھا کہ اس اندازے کے بموجب لے لیں یا انھیں اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کر دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تخمینہ لگانے کا حکم اس لیے فرماتے تھے تاکہ پھل کے کھائے جانے اور منتشر ہو جانے سے قبل ہی زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے۔

مسئلہ: تخمینہ لگائے جانے کے بعد، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ مالک اپنے پھل کو فروخت کر دے، یا بہہ کر دے یا خیرات کر دے، کھلا دے یا وہ تلف ہو جائے، مذکورہ کسی امر کی وجہ سے اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی کیوں کہ جو واجب ہو چکی ہے اور وہ اس پھل کے ضمن میں آزاد ہے اور اسے اس میں فروخت وغیرہ کے ذریعے تصرف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے پھل کو چن لیا ہو اور ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں ہے (کھجور کے درختوں پر پھلوں کا تخمینہ ایسے ہی ہے گویا کہ اس نے پھل کو چن لیا ہے اور اس کے بعد اس کی مقدار معلوم کی گئی ہے۔)

مسئلہ: اگر تخمینہ لگانے والے سے خطا سرزد ہو جائے یا وہ ظلم کا مرتکب ہو اور نتیجتاً کم یا زیادہ مقدار کا لگ گیا ہو تو واجب مقدار اس کے مقدار کو لوٹائی جائے گی، چنانچہ زائد مقدار اسے

دے دی جائے گی اور اگر کم وصول کی گئی تو اسی قدر اس سے لے لی جائے گی۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: **كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ لِيُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مَنَاسِكَ مِمَّا رَزَقَكُمْ** اور اللہ تعالیٰ نے پھل کے مالک پر ظلم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَلَا تَعْتَدُوا**۔ یعنی تم زیادتی نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ نے پھل کے مالک پر ماسوا عشر کے کچھ واجب نہیں کیا، نہ کم نہ زیادہ، یا نصف عشر واجب ہے، نہ کم نہ زیادہ، اور کم مقدار کا تخمینہ لگانا مستحقین زکوٰۃ پر ظلم ہے اور ان کے حق کو ساقط کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ ہر دو صورتیں گناہ اور زیادتی ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ تخمینہ لگانے والے نے اس پر ظلم کیا ہے یا اس سے خطا سرزد ہوئی ہے تو بدون گواہوں کی شہادت کے اس کے دعویٰ کی تصدیق نہ کی جائے بشرطیکہ تخمینہ لگانے والا عادل عالم ہو۔ اور اگر وہ جاہل یا ظالم ہو تو اس کا حکم مردود ٹھہرے گا، کیوں کہ اگر وہ ظالم ہے تو وہ فاسق ٹھہرا لہذا اس کی خبر مردود ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ان جاء کم فاسق نباء فنبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ناد مین، یعنی اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو یہ نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر تمہیں ندامت ہو۔

اور اگر وہ جاہل ہو تو لوگوں کے اموال میں بے علمی سے فیصلے کرنے کے لیے جاہل کا تعرض باطل ہے، اور کم از کم بات یہ ہے کہ اسے یہ منصب سونپنا جائز نہیں ہے۔ لہذا اگر وہ جاہل ہو تو اسے یہ منصب سونپنا ہی باطل و مردود ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔

مسئلہ: فصل کا تخمینہ لگانا قطعاً جائز نہیں، جب تک کہ اسے کاٹ نہ لیا جائے اور دانے کو بھوسے سے الگ نہ کر لیا جائے سو اگر زکوٰۃ کا محصل اس وقت آئے اور بیٹھ کر گاہے جانے اور دانے کے بھوسے سے الگ ہونے اور ناپ تک انتظار کرے تو اس کا اسے اختیار ہے، البتہ اس کا نفع کا شکار کے ذمے نہیں ہوگا۔

کیوں کہ ایسی کوئی روایت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصل کا تخمینہ لگوایا ہو، لہذا فصل کا تخمینہ لگوانا جائز نہیں، کیوں کہ ایسا کرنا ایسا نیا حکم گھڑنے کے مترادف ہے جس کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں، وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

اور جہاں تک نفقہ کا تعلق ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ولا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل، یعنی تم ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔

مسئلہ: ہر فصل والے پر فرض کیا گیا ہے کہ فصل کی کٹائی کے وقت جو مساکین وہاں آئیں انہیں اس میں سے جتنا اس کا جی چاہے دے، اس مسئلے کو ہم اس سے پہلے ”باب مایجب فیہ الزکاة“ یعنی باب جس میں زکوة واجب ہوتی ہے، میں اس ارشاد باری تعالیٰ کے ذکر کے تحت بیان کر چکے ہیں کہ: و اتوا حقہ یوم حصادہ، یعنی اور اس کا حق ادا کرو فصل کی کٹائی کے روز وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کھجوروں کے باغ کو سینچے یا اپنی اراضی کے ایک حصے کو کاشت کرے اور اس میں سے پیداوار حاصل ہو اور ان دونوں میں کسی سے بھی اس کے حصے میں پانچ وسق یا اس سے زائد کھجوریں آئیں یا اسی طرح پانچ وسق گندم یا جو آئیں تو اس پر زکوة واجب ہوگی اور اس (مقدار) سے کمتر آئے تو نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کھیتی میں یا کھجور کے پھل میں ناجائز قبضے یا خرید یا کسی اور سبب سے کہ اسباب میں کوئی امتیاز نہیں کسی شخص کے ایک یا ایک سے زیادہ سا جھی ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی پانچ وسق یا اس سے زیادہ پیداوار جسے حاصل ہوگی صرف اسی پر زکوة واجب ہوگی)

اگر اس پیداوار کے اہل (مالک، یعنی جن کے لیے وہ وقف ہے) غیر متعین ہوں، جیسے مساکین، یا اندھے یا جذامی یا غریب الوطن یا اس قسم کے دوسرے لوگ، یا مسجد یا اس قسم کا کوئی اور ادارہ، تو اس میں سے کسی پر زکوة واجب نہیں ہوگی۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ اشیاء میں سے کسی میں بھی پانچ وسق سے کم مقدار میں ہونے کی صورت میں زکوة واجب نہیں کی اور نہ ہی ایک سا جھی پر بایں طور زکوة واجب کی ہے کہ اس کی فصل کو اس کے سا جھی کی فصل میں ملا دیا جائے (اور یوں مقدار نصاب پوری کر لی جائے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزوروا زکوٰۃ و زور اخروی، یعنی ہر نفس اپنے کیے کا ذمے دار ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

غیر متعین اہل (لوگوں یا اداروں) کی صورت میں یہ ممکن ہی نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے حصے میں پانچ و سق آئیں (کیوں کہ یہ تو ان گنت ہوں گے) اور زکوٰۃ تو صرف اس مسلمان پر واجب ہوتی ہے جسے (کم از کم) پانچ و سق پیداوار حاصل ہو۔

اور (امام) ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ مذکورہ ہر صورت میں زکوٰۃ ہے۔ اور یہ خطا ہے، بموجب دلیل مذکورہ کے، یعنی یہ کہ زمین پر شریعت لاگو نہیں ہوئی شریعت تو انسانوں اور جنات پر لاگو ہوئی ہے، اور اگر امر واقعہ ایسے ہی ہوتا جیسے کہ ان (حنفیہ) کا کہنا ہے تو پھر کافروں کی اراضی پر بھی لازماً زکوٰۃ واجب ہوتی۔

سو اگر ان (حنفیہ) کا موقف یہ ہے کہ خراج اس (عشر، زکوٰۃ) کا قائم مقام ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (ان کفار) سے کوئی خراج نہیں لیا جاتا تھا، اور تمہارے (احناف کے) موقف کے مطابق تو یہ لازم ٹھہرا کہ ان کی اراضی کی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اس کا اہل نقل کے اجماع اور ان کے ساتھ جملہ مسلمانوں کے اجماع سے باطل ہونا ثابت ہے۔

اور (امام) شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر تمام شرکاء کو مجموعی طور پر پانچ و سق پیداوار حاصل ہو جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس قول کے باطل ہونے کا ذکر ہم انشاء اللہ عنقریب موسیوٹیوں میں جملو ط ملکیت رکھنے والے شرکاء کی زکوٰۃ کے ضمن میں کریں گے۔ (امام) شافعیؒ کے اس قول کا مکمل رد اس طرح ہے کہ یہ شرع کو اس طرح واجب کرنے کے مترادف ہے کہ جس کی سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ: اور یہ جائز نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے لیے فصل کے مالک کے ذمے پیداوار کے اس حصے کا بھی حساب لگایا جائے جو اس نے اور اس کے گھر والوں نے کھائی ہے۔ (اناج کو بھوسے سے الگ کرنے سے قبل) آٹے کی شکل میں یا ستو بنا کر، تھوڑی مقدار میں کھایا ہے یا زیادہ مقدار میں، نیز نہ ہی ان بالیوں کو محسوب کیا جائے گا۔ جو گر پڑتی ہیں اور پرندے یا جانور ان کو کھا لیتے

ہیں یا کمزور لوگ اٹھالیتے ہیں، اور نہ ہی اس کو محسوب کیا جائے گا جو اس نے کٹائی کے وقت خیرات کر دی۔ البتہ جو اتنا بھوسے سے الگ کر لیا گیا ہو تو اس کی زکوٰۃ اس کے ذمے ہے (یعنی اتنا بھوسے سے صاف ہو جانے کے بعد وہ ایسے کسی مصرف میں اس کا کچھ حصہ لایا تو وہ زکوٰۃ کے لیے محسوب ہوگا)

اس کی دلیل وہ ہے جس کا ذکر ہم قبل ازیں کر چکے ہیں یعنی یہ کہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مگر جب اسے ناپنا ممکن ہو جائے، لہذا جو چیز اس سے پہلے پہلے اس کے ہاتھ سے نکل گئی تو وہ اس وقت نکلی ہے جب اس چیز میں زکوٰۃ واجب ہی نہ ہوئی تھی۔ (امام) شافعی اور لیث کا بھی یہی قول ہے جب کہ (امام) ابوحنیفہ کا قول ہے کہ یہ سب کچھ محسوب کیا جائے گا۔

ابو محمد (ابن حزم) نے کہا کہ یہ اسے ایسی چیز کا مکلف بنانے کے مترادف ہے جس کی اس میں طاقت نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کچھ بالیاں گر پڑیں اور اگر وہ بچ جاتیں تو پانچ وسق کی مقدار پوری ہو جاتی، ان کو گرنے سے بچانا یا روکنا قطعاً ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: لا یكلف اللہ نفساً الا وسعہا، یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا۔

مسئلہ: اگر کسی کھیتی یا بھجور کے درختوں کو سال کا کچھ حصہ تو چشمے یا دریا سے نکلے ہوئے ندی نالے کے ذریعے یا بارش ابر سے سینچا گیا ہو اور سال کے کچھ حصے میں کسی رہٹ یا چر سے یا اونٹنی یا ڈل کے ذریعے سینچا گیا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر تو رہٹ وغیرہ سے سینچنے سے فصل میں نمایاں اضافہ ہوا ہو اور اس سے اس کی حالت بہتر ہوئی ہو تو اس کی زکوٰۃ فقط نصف عشر ہوگی اور اگر اس سے اس میں کچھ اضافہ نہ ہوا اور نہ اس کی حالت بہتر ہوئی ہو تو اس کی زکوٰۃ عشر ہے۔

ابو محمد نے کہا: (امام) ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا کہنا ہے کہ ان ہر دو میں سے جو اغلب ہوگا اس کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی (یعنی اگر زیادہ وقت ندی نالے یا بارش وغیرہ سے سینچا گیا ہو تو عشر اور اگر رہٹ وغیرہ سے زیادہ وقت سینچا گیا تو نصف عشر)۔ (ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے) اس قول کو ہم نے بعض اسلاف سے روایت کیا ہے۔

مسئلہ: اگر گیہوں یا جو کی فصل کاٹ لی گئی ہو پھر اس کی جڑیں پھوٹ پڑیں تو یہ ایک

الگ فصل ہوگی، اسے پہلی فصل میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ بدلیل مذکورہ و باللہ تعالیٰ التوفیق۔

مسئلہ: اور زکوٰۃ صاحب مال کے ذمے واجب ہوتی ہے نہ کہ عین مال پر۔

ابو محمد نے کہا: اس مسئلے کے بارے میں مخالفین کے اقوال مشکوک و متردد ہیں ہمارے قول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ امت کے کسی فرد کو اس میں اختلاف نہیں، ہمارے زمانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک، کہ اگر کسی شخص پر گندم یا جو یا خرما یا چاندی یا سونے یا اونٹوں یا گایوں یا بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اپنے اوپر واجب زکوٰۃ کو اس فصل یا اس خرما یا اس سونے یا اس چاندی یا ان اونٹوں یا گایوں یا ان بھیڑ بکریوں کے بجائے کسی اور چیز سے ادا کرے تو اسے ایسا کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ بلکہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ اس عین مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے یا اس کے بجائے اپنے پاس موجود کسی اور مال میں سے یا کوئی مال خرید کر زکوٰۃ کے طور پر دیتا ہے، یا بہہ کے طور پر ملنے والے مال میں سے یا قرض لیے ہوئے مال میں سے نکالتا ہے۔ یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ زکوٰۃ ذمے میں ہوتی ہے۔ عین میں نہیں کیوں کہ اگر عین میں ہوتی تو اس کے لیے یہ ہرگز جائز نہ ہوتا کہ اس کے بجائے کسی اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے، اور اسے اس سے منع کرنا بہر حال واجب ہو جاتا، جیسے کہ اس شخص کو روکا جاتا ہے جس کا کسی چیز میں کوئی سا جہمی ہو اور وہ اپنے شریک کو اس عین کے بجائے کہ جس میں وہ سا جہمی ہیں کوئی اور چیز دے، بغیر باہمی رضامندی کے اور بیع کے حکم پر یعنی عدالت اس عین کو فروخت کرنے کا حکم صادر کر دے۔

مسئلہ: مذکورہ اموال میں سے کسی مال میں زکوٰۃ واجب ہو جائے تو اس کے بعد اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ سارا مال تلف ہو جائے یا اس کا کچھ حصہ۔ اس کا بیشتر حصہ یا تھوڑا سا۔ بعد اس کے کہ اس میں سے زکوٰۃ نکالنا ممکن تھا۔ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے تھوڑے عرصے بعد زیادہ عرصہ گزرنے پر بُری طرح تلف ہوا یا معمولی طور پر تلف ہوا ہو، زکوٰۃ پوری کی پوری صاحب مال کے ذمے میں واجب ہے۔ بالکل ایسے جیسے مال کے تلف نہ ہونے کی صورت میں ہوتی۔ ان دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں، بدلیل مذکورہ، یعنی یہ کہ زکوٰۃ ذمے میں واجب ہوئی ہے نہ کہ عین مال میں۔

اور ہم نے یہ جو کہا ہے کہ بعد اس کے کہ اس مال میں سے زکوٰۃ نکالنا ممکن ہو گیا ہو تو یہ اس لیے کہ اگر وہ عین مال کے بجائے کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہوئی کسی اور مال میں سے زکوٰۃ نکالنا چاہتا تو اسے اس کے برعکس کرنے پر مجبور نہ کیا جاتا۔ اور اونٹ وغیرہ سب اس میں برابر ہیں (یعنی مال کسی جنس یا نوع کا ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) ماسوا اس کے کہ زکوٰۃ بھیڑ بکریوں کی نکالنی ہو اور بھیڑ بکریاں اس کے پاس موجود ہوں تو اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ موجود بھیڑ بکریوں سے ہی زکوٰۃ دے۔ اسے اس بات کا حق نہیں کہ وہ زکوٰۃ نکالنے کے معاملے کو لٹکا تارے تا آنکہ وہ ان اونٹوں میں سے بعض کو فروخت کرے، کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

سارعو الی مغفرة من ربکم۔ یعنی تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف جلدی کرو۔

مسئلہ: اسی طرح اگر وہ زکوٰۃ نکال کر اسے اس ارادے سے روکے رکھے کہ وہ اسے صدق (زکوٰۃ وصول کرنے والے) کو یا مستحقین کو دے گا اور وہ مال زکوٰۃ سارے کا سارا یا اس کا بعض حصہ ضائع ہو جائے تو دوبارہ زکوٰۃ نکالنا اس پر واجب ہے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، بدلیل مذکورہ، نیز اس لیے کہ وہ اس کے ذمے ہے تا آنکہ وہ اس کو ان تک نہ پہنچا دے جن تک پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اور یہی اوزاعی کا قول ہے اور (امام) شافعی کے بھی کئی اقوال میں ظاہر قول یہی ہے۔ اور (امام) ابوحنیفہ کا قول ہے کہ: اگر سال گزرنے کے بعد مال تلف ہو جائے اور انہوں نے اس کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی (یعنی سال گزرنے کے بعد کتنی مدت کے اندر اندر تلف ہو جائے) تو اس کے ذمے کچھ زکوٰۃ نہیں خواہ مال کسی بھی وجہ سے تلف ہوا ہو، اور اگر مال کا ایک حصہ تلف ہوا ہو تو صرف باقی مال کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اور تلف شدہ مال کی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر اس نے خود تلف کیا ہو تو اس تلف کیے جانے والے مال کی زکوٰۃ اس کے ذمے ہے۔

